60

حقیقی بہادر بننے کی کوشش کریں

(فرمودہ ۲۹- جولائی ۱۹۳۲ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے مؤمن ایک ایسے پل پر سے گزریں گے جو اپنی باریکی اور تیزی میں تلوار کی دھار سے بھی زیادہ باریک اور تیز ہوگا[1]۔ بظاہر یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے اور انسان تعجب کرتا ہے کہ اس قسم کے تماشہ کی کیا ضرورت تھی لیکن اگر ہم حقیقت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تلوار کی طرح تیز ہونا ان مشکلات کی طرف اشارہ ہے جن میں سے ہر ایک مؤمن کو گزرنا پڑتا ہے۔ دیکھو ہر ایک شئے میں افراط' تفریط اور وسط کا مقام ہوتا ہے۔ اس میں وسط کا مقام سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔ عام حالات ہی میں دیکھ لو' ہم ایک سڑک پر سے گزرتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ ایک سو پچاس فٹ چوڑی ہوگی لیکن زمین کا محیط تقریباً پچیس ہزار میل ہے اور ہم اس راستہ سے قریباً ساڑھے بارہ ہزار میل دائیں اور ساڑھے بارہ ہزار میل بائیں پھر سکتے ہیں۔ لیکن وہ سڑک جو منزل مقصود تک پہنچانے والی ہوتی ہے وہ اس کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی ہے۔ یہ تو ظاہری سڑکوں کا حال ہے جو چوڑی بنائی جایا کرتی ہیں مگر روحانی سڑک تو بہت زیادہ باریک ہوتی ہے۔

میں اس وقت اس پُل صراط میں سے ایک چیز کو لیتا ہوں جو ان دنوں میرے قلب پر خاص طور پر اثر کر رہی ہے اور وہ جرأت اور بہادری ہے۔ جرأت اور بہادری کا معاملہ بھی نہایت نازک ہے اگر کوئی کسی سے یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے سمجھ لوں گا تیرے ساتھ یوں کروں گاؤوں کروں گا تو یہ فقرہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اک ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت کا انسان مثلاً چوہڑا بھی اگر ایک مسلمان بادشاہ سے کہے کہ میں تمہارے ساتھ یوں کروں گاؤوں کروں گا تو وہ مسلمان بادشاہ اس

کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ مسلمان ہے اور اس کا خدا پر ایمان ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان بادشاہ ہو کر ایک چوہڑے سے بھی کہے کہ میں تجھ سے سمجھ لوں گا تو ایسا کہنے پر وہ اسلام سے دور جا پڑے گا۔ پس اسلام سے دور ہو کر ایک چوہڑا بھی کہہ سکتا ہے کہ میں یوں کروں گا لیکن اسلام کے اندر رہ کر ایک بادشاہ بھی ایسی دھمکی نہیں دے سکتا۔ اور اگر وہ ایسا کرے گا تو اپنی ایمانی کمزوری کو ظاہر کرنے والا ہو گا۔

آج کل قومیں ایک دوسرے کو دھمکا رہی ہیں۔ یہ دھمکی بعض اوقات تو حقیقی ہوتی ہے جیسے ایک آدمی کسی بچے سے کہے کہ میں تم کو تھپڑ ماروں گا اور وہ ایسا کر بھی سکتا ہے اور بعض اوقات بے حقیقت اور جھوٹی ہوتی ہے جیسے ایک بچہ کسی بڑے آدمی سے کہے کہ میں تم کو ماروں گا۔ یہ جھوٹ ہو گا کیونکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ یا جیسے ایک طاقت رکھنے والا آدمی کسی برابر طاقت والے آدمی کو مارنے کی دھمکی دے لیکن اس کا مقصد ہاتھ اٹھانا نہ ہو تو یہ فریب ہو گا۔ ان تینوں صورتوں میں سے مسلمان اگر ایک بھی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان کو چھوڑتا اور ضائع کرتا ہے کیونکہ اسلام نے ہمیں یہ سکھلایا ہے کہ ہم اپنی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ سب کچھ خدا ہی کرتا ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان اپنی طاقت کے گھمنڈ میں ایسا کرتا ہے تو غلطی کرتا ہے کیونکہ اس طرح وہ خدا کے احسان کی ناقدری کرتا ہے۔ اور اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ اسی کی عطا کردہ چیز ہے جس کو وہ اپنی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی آقا اپنے نوکر کو کسی کی مدد کے لئے کچھ دے تو غلام جا کر کہے کہ یہ میں اپنی طرف سے دے رہا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کی غلطی ہوگی اور وہ جھوٹ بول رہا ہو گا۔ بہرحال ایسا دعویٰ دو صورتوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا دعویٰ کرنے والے میں طاقت نہیں اور باوجود اسکے وہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہو گا۔ اور اگر اسے خدا تعالیٰ نے اسکی طاقت دی ہے اور وہ اسے اپنی طرف منسوب کر کے یہ دعویٰ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ اور ان صورتوں کے مقابل پر ایک صورت یہ ہے کہ انسان دوسرے سے دب کر بالکل بیٹھ جائے لیکن یہ بُزدلی ہے جس کو اسلام جائز نہیں قرار دیتا۔ بُزدل انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ چیز ہے کہ اگر کوئی بادشاہ ہو کر بھی اسے اپنے اندر پیدا کرے تو اس کی بادشاہت جاتی رہے گی۔ اور بُزدلی توکّل کے بھی خلاف ہے۔ مومن کے لئے قوموں کے مقابلہ پر پل صراط پر سے گزرنا ہے جس سے ادھر ادھر ہونا برباد کرنے والا ہو گا۔ آج بعض لوگ ہمیں بھی دھمکی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو کچل ڈالیں گے۔ اگر ہم بھی اس کے جواب میں

یہی کہیں تو یہ ایک جھوٹ اور فریب ہو گا- اور خدا کے فضلوں سے انکار- اور اگر ہم ڈر جائیں اور کچھ بھی نہ کہیں تو یہ بُزدلی ہوگی-

ابھی تھوڑے دنوں کا واقعہ ہے کہ احرار کے لیڈروں میں سے ایک لیڈر نے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے ایک مجلس میں جو صلح کے لئے منعقد ہوئی تھی کہہ دیا کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم احمدیوں کو کچل ڈالیں گے- اب انسانی لحاظ سے ہم ان سے کہہ سکتے تھے کہ ہم تم کو کچل ڈالیں گے اور اگر زیادہ نرمی اختیار کرتے تو کہہ دیتے کہ کچل کر تو دیکھو- تیسری حالت ڈر جانا تھی کہ نہ معلوم کیا ہو گا- خدا جانے وہ کیا کر دیں گے- وہ اتنی بڑی تعداد میں ہیں اور ہم قلیل ہیں- لیکن صحیح بات وہی ہے جو میں نے کہہ دی ہے- میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ بندوں کی تحریک ہے تو ضرور کچلی جائے گی- اور اگر خدا کی تحریک ہے تو ہم کو کیا ڈر ہے؟ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا-

آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے- جب ابرہہ بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا اور چاہا کہ خانہ کعبہ کو مسمار کر دے تو اس نے ان پر احسان رکھنے کے لئے چاہا کہ پہلے ان کو گفتگو کرنے کا موقع دے- اس پر اس نے مکہ والوں کو کہا کہ اپنا کوئی بڑا آدمی میرے پاس بھیجو- تب مکہ والوں نے آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو اس کے پاس بھیجا- انہوں نے اس سے گفتگو کی جس کا اس پر بہت اثر ہوا- اور اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ بڑے سمجھدار معلوم ہوتے ہیں ان سے اچھا سلوک کرنا چاہئے- اس ارادہ سے اس نے ان سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں- انہوں نے کہا آپ کے آدمیوں نے میرے ۲۰۰ اونٹ پکڑ لئے ہیں' وہ واپس دلا دیجئے- یہ سن کر اس کی طبیعت پر بہت برا اثر ہوا اور وہ تمام اچھا اثر جو پہلے گفتگو کرنے سے اس پر ہوا تھا زائل ہو گیا- اس نے کہا کہ میں آپ کو عقلمند سمجھتا تھا اور امید کرتا تھا کہ آپ کوئی بڑی چیز طلب کریں گے- اور میں چاہتا تھا کہ میں آپ کو وہ دے بھی دوں- لیکن آپ نے کیا مانگا نہ مکہ کی حفاظت نہ خانہ کعبہ کا بچاؤ- بلکہ صرف اپنے اونٹ مانگے ہیں- آنحضرت ﷺ کے دادا نے کہا میں نے سوچ سمجھ کر جواب دیا ہے- یہ میرے اونٹ ہیں جن کی میرے نزدیک تو کیا قیمت ہو گی ایک معمولی حیثیت کا عرب بھی کتنے ہی اونٹ ایک موقع پر ذبح کر دیتا ہے- جب مجھ کو اپنی ایسی معمولی چیز کی حفاظت کا خیال ہے تو کیا خدا تعالیٰ اپنے گھر کی جو اس کی بہت ہی پیاری چیز ہے خود حفاظت نہ کرے گا[1]

آج کل دنیا ایک دوسرے کو کچلنا چاہتی ہے لیکن ایسا کرتے وقت یا تو وہ تکبر کی حالت میں سے

گزر رہی ہوتی ہے یا بزدلی کی حالت میں ہے- دیکھو سکھ جو پنجاب میں گیارہ[11] بارہ[12] لاکھ سے زیادہ نہیں' اس وقت کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو ان کے حقوق دیئے گئے تو ہم ملک کو برباد کردیں گے- اس پر ایک طرف بعض مسلمان تو تھرّا رہے ہیں کہ خبر نہیں کیا ہو جائے گا اور سکھ کیا کردیں گے اور دوسری طرف بعض اور ہیں جو بالمقابل اسی قسم کی دھمکیاں دے رہے ہیں- دیکھو جو خدا کی طاقت کو نظر انداز کردیتا ہے وہ غلطی کرتا ہے اور ایسا شخص جلد تباہ ہوگا- اور اپنی تباہی کا آپ ہی موجب ہوگا- اس کی تباہی انسان کے ہاتھ سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ سے ہوگی- اگرچہ ہندوؤں اور سکھوں کی دھمکیاں بھی جائے تعجب ہیں تاہم وہ انہیں عمل میں لانے کے لئے بھی کوشش کر رہے ہیں- لیکن مسلمان خالی دھمکیاں دیتے ہیں اور کرتے کچھ بھی نہیں-

کشمیر کی تحریک ہی کو دیکھ لو' شروع شروع میں کس زور و شور سے اٹھی تھی- تمام ملک میں ایک آگ سی لگ گئی تھی لیکن اب جب کہ مسلمانان کشمیر کو حقوق ملنے کا وقت آیا ہے سب خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں- جو پہلے شور مچا رہے تھے اور دھمکیاں دیتے تھے کہ ہم ہندوستان سے انگریزوں کو بھی نکال دیں گے وہ اب اعتدال پسند لیڈروں سے درخواستیں کر رہے ہیں کہ وہ آگے کیوں نہیں آتے اور کیوں احرار کے لیڈروں کو جیلوں سے باہر نہیں نکلواتے- ماڈریٹ تو ان کے نزدیک بُزدل تھے- بزدل بھلا انہیں کیسے باہر نکال سکتے ہیں- اگر مؤمنانہ شیوہ اختیار کرتے اور خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے- تو خدا تعالیٰ خود ہی ان کی طرف سے ان کے بدخواہوں کو دھمکی دیتا اور خود ہی اسے پورا کرکے دکھاتا- مؤمن کا کام صرف کوشش کرنا ہے' دھمکی دینا خدا کا کام ہے- اگر یہ بات مسلمانوں میں پیدا ہو جاتی تو دوسری قوموں کو ہرگز جرأت نہ ہوتی کہ وہ مسلمانوں کو دھمکی دیں[3]- اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ - یعنی اگر خدا تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہو تو چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے- ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مردم شماری کی جائے جب کرائی گئی تو مسلمان سات سو نکلے- اس پر صحابہ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اب جب کہ ہم سات سو ہو گئے ہیں کیا اب بھی ہم کو کوئی تباہ کر سکتا ہے[4]- یا تو وہ وقت تھا اور یا اب یہ وقت ہے کہ مسلمان نو[9] کروڑ ہیں اور ڈر رہے ہیں- یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ مسلمانوں میں خالی دھمکیاں ہی رہ گئی ہیں- اور ان خالی دھمکیوں اور نرے دعووں نے مسلمانوں کے اندر بزدلی پیدا کردی ہے- مثل مشہور ہے "جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں-" بدقسمتی سے مسلمانوں کے اندر بھی یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ وہ

گرجتے بہت ہیں لیکن برستے کم ہیں۔ وہ جھاگ کی طرح اٹھتے ہیں اور جھاگ کی طرح ہی بیٹھ جاتے ہیں۔ مؤمن کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکّل رکھے مٹانے والا بھی خدا ہے اور بڑھانے والا بھی خدا ہے جس کو وہ چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ دنیا میں اس بات کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ ایک قوم دوسری قوم کو مٹانا چاہتی ہے لیکن جب تک خدا تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہو کوئی قوم کسی قوم کو ہرگز مٹا نہیں سکتی۔ ترکوں کو مٹانے کی تمام مغربی طاقتوں نے کوشش کی مگر وہ انہیں مٹا نہ سکیں کیونکہ الٰہی منشاء انہیں باقی رکھنے کا تھا۔ یورپ کی طاقتوں نے ترکوں کے علاقے کو بانٹ لیا مگر پھر بھی ترک قائم رہے۔ مسٹر ولسن نے ترکوں کو اپنے چودہ نقاط میں نہ رکھا مگر پھر بھی وہ جیت گئے۔ ناتواں ترکوں کو لوگوں نے مٹانا چاہا مگر خدا نے نہ چاہا کہ وہ مٹیں۔

غرض مادی دنیا میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور دین میں تو ایسی سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں مثالیں موجود ہیں۔ دنیا نے ہر ایک مأمور اور ہر ایک رسول کو مٹانا چاہا لیکن خدا تعالیٰ انہیں رکھنا چاہتا تھا لہذا وہ رہے۔ اور دنیا کے لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پس میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ حقیقی بہادر بننے کی کوشش کریں اور دنیا کی دھمکیوں سے نہ ڈریں کیونکہ اسلام یہی حکم دیتا ہے۔ بعض لوگ دھمکیاں دینے والوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر مجھے ہنسی آیا کرتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں میں نے ایک مضمون لکھا جس پر ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں ایک ہی جنبش قلم سے سَو سَو میل تک کے احمدیوں کو مٹا ڈالوں گا۔ یہ پہلا موقع تھا مسٹر ظفر علی خاں میری مخالفت پر اتر آئے۔ ہمارے ایک دوست انکی اس بات سے ایسے گھبرائے کہ لاہور سے بھاگے بھاگے آئے اور آکر مجھے کہنے لگے یہ آپ نے کیا غضب کر دیا۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا کہنے لگے آپ نے ایک ایسا مضمون لکھ دیا ہے جس پر مسٹر ظفر علی خاں سخت ناراض ہو گئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میں ایک جُنبش قلم سے سَو سَو میل تک کے احمدیوں کو مٹا ڈالوں گا۔ میں نے ہنس کر کہا کہ ظفر علی خاں کیا چیز ہے کہ احمدیت کو مٹائے۔ اس کی اپنی گردن خدا کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان سے ضمانت لی گئی پھر وہ ضبط ہو گئی۔ اسکے بعد پریس رک گیا اور جلدی ہی اخبار بند ہو گیا۔ غرض کئی لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں اور مخالفوں کی جھوٹی دھمکیوں سے ڈر جاتے ہیں۔ لیکن مومن کو ساری دنیا کی دھمکیوں سے بھی نہیں ڈرنا چاہیئے۔ اور اس کے دل میں کبھی یہ خیال بھی پیدا نہ ہونا چاہیئے کہ کوئی قوم مجھ کو مٹا سکتی ہے۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان تکبر اور

خود پسندی کے وعدوں سے ملبوس نہ ہو۔ اپنی زبان سے مت کہے کہ میں کسی کو مٹا ڈالوں گا۔ مٹانا خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ذلیل آدمی اٹھتے ہیں اور بڑے بڑے بادشاہوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ہمایوں جب پٹھانوں کو شکست دے کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس آ رہا تھا تو وہ اپنی فتح پر بہت نازاں تھا۔ اور بعض تو کہتے ہیں کہ اس وقت اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اب خدا کو بھی اس لشکر کے مٹانے میں کچھ دیر ہی لگے گی۔ لیکن ابھی وہ اپنے مقام سے ہلا بھی نہ تھا کہ پٹھانوں نے ایسا حملہ کیا کہ جان بچانی مشکل ہو گئی۔ اور اس واقعہ کو تو بچے بھی جانتے ہیں کہ کس طرح ایک سقہ نے اس کی جان بچائی۔ یا تو تھوڑی دیر پہلے ہندوستان کا فاتح تھا یا اب یہ حالت ہو گئی کہ جان بچا کر ہندوستان سے اس کو بھاگنا پڑا۔ غرض محض بڑائی اور تکبر کوئی چیز نہیں۔ ہم نے بڑے بڑے خود پسندوں کو دیکھا ہے جن کی آخری حالت کے تصور سے رونا آتا ہے۔ نپولین نے معمولی حیثیت سے ترقی کی۔ وہ ایک ایسے جزیرہ کا رہنے والا تھا جو اسی طرح فرانسیسیوں کے ماتحت تھا جس طرح ہندوستان آج کل انگریزوں کے ماتحت ہے۔ جن دنوں وہ سکول میں پڑھا کرتا تھا لڑکے اس پر ہنسا کرتے تھے۔ اور اس کو Small Corsican (چھوٹا کارسیکن) کر کے پکارا کرتے تھے۔ کیونکہ اس کا قد چھوٹا تھا اور صحت بھی معمولی ہی تھی۔ مگر وہی بچہ جوانی کی عمر میں بغیر کسی سابقہ تجربہ کے بہت جلد اور بہت بڑی آسانی کے ساتھ بادشاہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ جلد ہی غلام ہو کر مرا۔ اس کی ترقی بھی غیر معمولی ہی تھی اور اس کا تنزل بھی غیر معمولی تھا۔ اگر ابتدائی عمر میں اس کو کوئی کہتا کہ تُو بادشاہ بن جائے گا تو وہ کس طرح یقین کر سکتا تھا۔ یا وہ جب بادشاہ تھا اس وقت کوئی کہتا کہ تُو غلام بن جائے گا تو اس کو کیسے اعتبار آ سکتا تھا۔

پس مومن کو چاہئے کہ ایک طرف تو ایسے مضبوط ایمان والا ہو کہ کسی سے نہ ڈرے اور نہ یہ سمجھے کہ میں اکیلا ہوں۔ اور دوسری طرف طاقت حاصل ہونے پر اسے غرور بھی نہ ہو۔ اگر دشمن کے مقابلہ میں ہم محض اپنے غصہ ہی کو نکالیں اور منہ سے دھمکی دے کر رہ جائیں تو اس سے کیا فائدہ۔ ہماری دھمکی سے دشمن تو نہ مٹے گا مگر ہم بے جا فخر کی وجہ سے ضرور مٹ جائیں گے۔ کیونکہ اس طرح ہم خدا کو چھوڑنے والے ہوں گے۔ غرض ایک طرف جھوٹے دعووں اور غائل باتوں سے مؤمن کو بچنا چاہئے اور دوسری طرف بُزدلی کو بھی پاس نہ آنے دینا چاہئے۔ کیونکہ بزدل انسان کامیابی کی جنت کو نہیں پا سکتا۔ سچی بہادری ہی اپنے پیچھے فتح و نصرت کی جنت لاتی ہے۔ اور یہی پل صراط ہے جس پر سے ہر ایک کو گزرنا پڑے گا۔ پس دشمن کے ساتھ مقابلہ

کرتے وقت نہ تو اپنی طرف سے دعوے کرنے چاہئیں کہ ہم یوں کردیں گے ووں کردیں گے اور نہ ہی بزدلی دکھانی چاہئے۔ ورنہ اسکے نتیجہ میں تکلیف اٹھانی پڑے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ہندو مجسٹریٹ دوران مقدمہ بہت دکھ دیا کرتا تھا۔ اور بعض آریوں نے اسے پڑھایا تھا کہ وہ آپ کو ضرور سزا دے۔ ایک شریف ہندو نے ہمارے ایک دوست کو بتایا کہ ہماری قوم میں ایک ایسا سمجھوتا ہوا ہے۔ اس کی اطلاع مرزا صاحب کو کردی جائے۔ میں نے خود تو نہیں دیکھا لیکن جس دوست نے دیکھا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خواجہ کمال الدین صاحب یا کسی اور صاحب نے اس بات کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا اور بڑی گھبراہٹ کا اظہار کیا تو اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے۔ حضور اس بات کو سنتے ہی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے آپ گھبراتے کیوں ہیں کیا خدا کے شیر پر کوئی ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ اس واقعہ کے جلد ہی بعد ایک مجسٹریٹ تو سزا پا کر بدلا گیا اور دوسرا اس کی جگہ آیا۔ اس نے بھی شرارت کرنی چاہی تب اس کے نوجوان بچے مرگئے۔ اس کے بعد جب کبھی یہ مجسٹریٹ احمدیوں میں سے کسی سے ملتا تو کہتا کہ مجھ پر تو یونہی شبہ کیا گیا تھا میرا ارادہ تو مرزا صاحب کو تکلیف دینے کا نہ تھا۔ ان میں سے ایک مجسٹریٹ حضرت صاحب کو اس قدر تنگ کیا کرتا تھا کہ دوران شہادت میں آپ کو پانی تک پینے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ غرض وہ دونوں تباہ ہوگئے۔

پس چاہئے کہ مؤمن نہ بُزدل بنے اور نہ متکبر۔ ان دونوں چیزوں کے درمیان ہی پل صراط ہے جس پر سے ہر ایک مؤمن کو گزرنا پڑتا ہے۔ اور جس کے بغیر وہ کوئی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا ہاں دوسروں کو شاید حاصل ہو جائے۔ چاہئے کہ مؤمن میں انکسار ہو تو اتنا کہ اس سے بڑھ کر کوئی منکسر نہ ہو اور جرأت ہو تو اس قدر کہ یوں معلوم ہو کہ اس سے زیادہ کوئی دلیر نہیں۔ تبھی ایمان بھی کامل ہوتا ہے اور اسی صورت میں سچی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

(الفضل ۹۔ اگست ۱۹۳۲ء)

---

۱ بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالی وجوہٌ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرةٌ

۲ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۱ صفحہ ۵۱ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۳ البقرة: ۲۵۰

۴ مسلم کتاب الایمان باب جواز الاستسرار بالایمان للخائف